ریاست کا تعلیمی نظام سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

محمد حسین حافظی[1]

خلاصہ:

اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے۔اللہ تعالی نے اس نظام حیات کو سمجھانے اور ہم تک پہنچانے کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ جیسی عظیم ہستی کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا اور ساری انسانیت کو اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور اس کی سیرت طیبہ کو ہمارے لئے اسوہ اور مشعل راہ قرار دیا۔ ہر معاشرے کی ترقی اس کے تعلیمی نظام پر منحصر ہوتی ہے۔ تعلیم کی اصل روح اخلاق عالی کا حصول ہے اور جس نظام تعلیم میں اخلاقی اصولوں کو نصاب کا حصہ نہیں بنایا جاتا کبھی بھی اس نظام سے وابستہ بچے اخلاق جیسے اعلی انسانی صفات سے مزین نہیں ہو سکتے۔ پاکستانی معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ تعلیم کا تمام مروجہ نظام ایسا ہی ہے جس سے انسان ایک قابل پیشہ ور تو بن سکتا ہے لیکن وہ انسانی بے لوث خدمت کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے، اس لئے اس میں نظام تعلیم کا مقصد اسلامی نظریات یا اسلامی اقدار کا احیاء ہونا چاہئے، جب کہ اس کی پاسداری ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ایک سطح پر ایک طرز کا نظام تعلیم ہونا چاہئے تاکہ امیر اور غریب میں موجود تفریق دفن ہو جائے، یہ تب ممکن ہے جب ہمارے تعلیمی نظام کی بنیاد اور اساس پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود نظام تعلیم کو قرار دیں۔یہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

دورِ نبوی ﷺ میں موجود نظام تعلیم کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی خدوخال پر غور کرنا ضروری ہے۔ سیرت نبوی کی روشنی میں تعلیم وتربیت میں پہلا قدم خودی کی تلاش ہے۔ہماری ریاست چونکہ ایک اسلامی

---

[1] پی ایچ ڈی طالب علم، فقہ تربیتی، المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی، پاکستان۔

تاریخ وصول: ۲۰۲۴-۱-۶ تاریخ تائید: ۲۰۲۴-۲-۱۵

ریاست ہے لہٰذا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم نظام کو اس طرح تشکیل دے جو اخلاق کو عروج بخشنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو ،جس کے لئے سیرت پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے لئے بہترین آئیڈیل ہے۔ جس کی پیروی کرکے ہی ہم اعلی انسانی صفات سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو مزین کر سکتے ہیں۔ یہ تحقیق ایک طرح کی بنیادی نظریاتی تحقیق ہے اور حاصل کردہ مواد کو کتاب خانے کی روش کے طریقہ کار سے تجزیہ کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں ہم ریاست کے تعلیمی نظام کو سیرت رسول گرامی اسلام ﷺ کی روشنی میں بیان کریں گے۔

کلیدی الفاظ: ریاست، تعلیم، نظام، تعلیمی نظام، سیرت، سیرت نبوی

تمہید:

اسلام میں تعلیم کا مقصد انسان اور خدا کے درمیان تعلق کو استوار کرنا ہے۔ تعلیم کی اصل روح اخلاق عالی کا حصول ہے اور جس نظام تعلیم میں اخلاقی اصولوں کو نصاب کا حصہ نہیں بنایا جاتا کبھی بھی اس نظام سے وابستہ بچے اخلاق جیسے اعلی انسانی صفات سے مزین نہیں ہو سکتے، جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان کے پاس انسانی اقدار کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ کرپشن، رشوت، دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زنی، مظلوموں پر ظلم وستم کا رواج، عدم مساوات ، طبقاتی نظام ، سیاسی بداخلاقیاں اور ہزاروں قسم کے دیگر بداخلاقیوں کے طوفان میں تعلیمی شعبوں سے وابستہ اور اس سے فارغ ہونے والے لوگ ہی ملوث نظر آتے ہیں۔ ان تمام مسائل اور مشکلات کی بنیاد ہمارا تعلیمی نظام ہے۔ تعلیمی اداروں میں بچوں کو صرف مادیات کے حصول کا طریقہ یاد کرایا جاتا ہے۔ پیغمبر اکرم ص کا پیش کردہ نظام تعلیم انسان کے مکمل ضابطہ حیات کا احاطہ کرتا ہے۔ نبوی تعلیم نہ صرف انسان کی مادیات کے حصول کا وسیلہ ہے بلکہ یہ تعلیم انسان کے حقوق نفس کی تسکین کے حصول کے لئے بھی راہ فراہم کرتی ہے، یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ص کا نظام تعلیم انسانی تربیت کی نشو نما کے لئے بہترین مددگار،

معاون اور محرک ہے یہی وجہ ہے آپ ﷺ کے مرتب کردہ نظام تعلیم میں تعلیمی مواد کے ساتھ تربیت کو بھی خاص اہمیت دی گئی ہے۔

دنیا کے تمام اقوام اور ملتوں کے بنائے ہوئے تعلیمی نظام ظاہری طور پر کتنے خوبصورت ہی کیوں نہ ہو اسلامی تعلیمی نظام کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے؛ کیونکہ اسلامی تعلیمی نظام ہی اللہ تعالی اور اس کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ پر ایمان رکھنے کے تصور کو اجاگر کرنے کا درس دیتا ہے اور جس شخص کی تعلیمی بنیاد اور اساس میں خدا کا تصور پایا جائے اس کی فلاح اور کامیابی یقینی ہے۔ اس طرح اسلامی نظام تعلیم انسانی معاشرے اور اجتماع میں عدل وانصاف، اخلاق اور تہذیب پر زور دیتا ہے۔ دنیاوی نظام تعلیم میں بنیادی طور پر صرف مادیات کے حصول پر زور دیا گیا ہے، اسی لئے معنویت اور ضابطہ اخلاق سے مکمل طور پر خالی نظر آتا ہے اور ایسے تعلیمی نظام تشکیل دینے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا کا تصور اس میں نہ پایا جائے یہی وجہ ہے کہ اعلی یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے کے باجود طلباء کا خدا پر ایمان کمزور ہوتا ہے اور ان کی زندگی میں خدا اور دین کا تصور محو ہو جاتا ہے۔

پاکستان جیسی خداداد مملکت کے نظام تعلیم میں تبعیض اور طبقاتی نظام عام ہے جب کہ یہ دورِ نبوی ﷺ کے نظام تعلیم کے منافی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں موجود تعلیم کے تمام مروجہ نظام ایسا ہے کہ جس سے انسان ایک قابل پیشہ ور تو بن سکتا ہے لیکن انسانی بے لوث خدمت کرنے والی شخصیت بننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ ہماری ریاست چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے لہٰذا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم نظام کو اس طرح تشکیل دے جو اخلاق کو عروج میں تبدیل کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو جس کے لئے سیرت پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے لئے بہترین آئیڈیل ہے۔ جس کی پیروی کرکے ہی ہم اعلی انسانی صفات سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو مزین کر سکتے ہیں۔ مقالے کے اس حصے میں ہم اختصار کے ساتھ سیرت نبوی کی روشنی میں پاکستانی نظام تعلیم اور اس میں موجودہ خامیوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

مقالے کے اس حصے میں ہم سب پہلے عصرِ نبوی ﷺ کے دور میں نظام تعلیم کے مقاصد کو اختصار کے ساتھ قلمبند کریں گے اس کے بعد مختصر لفظوں میں یہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ تعلیم وتربیت کے حوالے سے اسلامی ریاست کے وظائف اور ذمہ داریاں کونسی ہیں، اس کے بعد پاکستان میں موجود نظام تعلیم میں کیا وہ مقاصد پائے جاتے ہیں جو عصر نبوی ﷺ میں تعلیمی نظام کا اہم حصہ رہے ہیں۔

معانی ومفاہیم

کسی بھی موضوع کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے پہلے اس میں موجود کلیدی الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو سمجھیں، اس ہدف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم بھی اپنے مقالے میں موجود اہم کلیدی الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو بیان کریں گے۔

الف) تعلیم کے لغوی معنی

لغات کے ماہرین کہتے ہیں: علم یا مصدر ہے یا اسم مصدر اگر مصدر ہے تو کسی بھی چیز کی حقیقت کو درک کرنا، شعور، نقیض جہل (۱) کسی چیز کو دریافت کرنا (۲) شناخت اور دانش (۳) یقین اتقان اور معرفت (۴) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں علم کے معنی اطلاعات، مہارت، اور دانش کے ہیں۔ کتاب معرفت؛ چیستی، امکان وعقلانیت کے مصنف لکھتے ہیں: فارسی زبان میں اگر علم مصدر کی شکل میں ہو تو اس کے دو معنی ممکن ہیں۔ ۱۔ جاننا۔ ۲۔ یقین کرنا۔ اسی طرح اگر علم اسم مصدر کے معنی میں ہو تب بھی علم کے دو مفہوم قابل تصور ہیں:

۱۔ راغب اصفہانی، محمد حسین، المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۸۰۔

۲۔ زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، ص ۴۹۵۔

۳۔ دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، ص، ۲۲۔

۴۔ محمد معین، فرہنگ فارسی، ج ۲، ص ۲۳۴۲۔

ا۔ دانش اور معرفت ۲۔ یقین

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں لغت کے اعتبار سے علم کے معنی "جاننا" ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو علم کا معنی عام ہے؛ یعنی ہر قسم کی آگاہی، اطلاعات اور معلومات چاہئے وہ آگاہی مشاہدے کی وجہ سے حاصل ہو یا کسی علمی آزمایش اور تجربے کی وجہ سے حاصل ہو، علم کا یہ معنی مترادف ہے کلمہ نالج (Knowledge) جو انگلش زبان میں ہر قسم کی معلومات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث شریف میں علم کو ہنر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں: علموا اولادکم السباحہ والرمایہ [۱]؛ اپنی اولادوں کو تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دو۔ پس علم کے معانی میں سے ایک معنی ہنر ہے [۲]

ب) تعلیم کے اصطلاحی معنی

آیۃ اللہ جوادی آملی تعلیم کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تعلیم یعنی انسان فکری اعتبار سے اس حد تک پہنچ جائے کہ واضح اور روشن چیزوں کو اپنا منبع قرار دے کر علمی اور فکری پیچیدہ اور سخت مسائل کو حل کرسکے۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان علمی عملی دو پہلوؤں کا حامل ہے اس کا علمی پہلو تعلیم کے ذریعے سے اور عملی پہلو تربیت کے ذریعے سے پرورش پانا چاہیئے۔ [۳] تعلیم کے بارے میں پروفیسر ساجد فرماتے ہیں: تعلیم ایک ایسا ذہنی شعوری عمل ہے جس کے ذریعے فرد کی فکری صلاحیتیں فروغ پاتی ہیں۔ فکر و نظر میں وسعت پیدا ہوتی ہے، کردار و سیرت میں عمدگی، نفاست اور عظمت پیدا ہوتی ہے جو فرد کو قرب خداوندی اور معرفت سے ہمکنار کرتی ہے۔ [۴]

---

[۱]۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۶، ص ۴۷۔

[۲]۔ فیاضی، غلام رضا، معرفت شناسی اسلامی، جلد ۱، ص ۲۳-۲۴۔

[۳]۔ مجلّہ رشد معلم، شمارہ ۱۱، ۱۹۸۳) ۱۳

[۴]۔ پروفیسر سیدی ساجد حسین، پاکستان کا تعلیمی تناظر،، ص ۳۶۔

الف) تربیت کے لغوی معنی

لغت کی کتابوں میں تربیت کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں جیسے اخلاق و تہذیب کی تعلیم اور پرورش [۱] ادب و اخلاق تادیب تغذیہ اور تہذیب [۲] کے معنی میں آئی ہے۔ قرآن مجید میں خود لفظ تربیت کہیں پر بھی ذکر نہیں ہوا ہے لیکن رب ب اور رب و کے دوسرے مشتقات قرآنی متعدد آیات میں نظر آتے ہیں۔ [۳] بہر حال تربیت کا حروف اصلی چاہئے ربب ہو یا ربو اس کا پرورش کرنے اور کسی شیئ کو درکار تمام ضروریات بہم پہنچا کر اس چیز کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانے کا نام تربیت ہے۔ تربیت کا لفظ بطور کلی جسمانی اور روحانی پرورش دونوں کے لیئے استعمال ہوتا ہے نیز تدریجی پرورش، نمو، رشد کے مفاہیم بھی اس میں شامل ہے۔ [۴]

ب) تربیت کے اصطلاح معنی

لیکن جب یہ لفظ انسان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ: انسان میں موجود استعداد اور صلاحیتوں کو نکھارنے کیلئے جن شرایط کی ضرورت ہوا کرتی ہیں ان شرایط کو فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں انسان میں بہت ساری صلاحتیں پائی جاتی ہیں اور ان صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے البتہ صرف انسان کے ساتھ مختص نہین ہے بلکہ پودوں میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے اگر ہم درختوں کی اچھی نگہداری کریں، وقت پر پانی دیں، اضافی شاخوں کو کاٹیں تو اچھا پھل بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن ہم درخت کی نشوو نما کی ضروری اشیاء کا خیال نہ رکھیں تو ہمیں زیادہ پھل دینے کی امید بھی نہیں نہیں چاہئے۔ حیوانون میں بھی یہ

۱۔ فیروز اللغات اردو جامع لاہور (فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ) ۳۵۴۔
۲۔ محمد، معین، فرہنگ فارسی، جلد۱، تہران، ص ۱۰۶۳۔
۳۔ محمد، علی، رضائی اصفہانی، قرآن وتربیتج ۱، ص ۱۶۔
۴۔ محب، رضا۔ مجلّہ نور معرفت، جلد ۱۰ شمارہ، ص ۲۸۔

خصوصیت پائی جاتی ہے جیسے تربیت یافتہ کتے کو لیجیئے ، آوارہ کتوں اور تربیت یافتہ کتوں میں بہت فرق ہے شریعت میں بھی تربیت یافتہ کتوں کی زیادہ اہمیت پائی جاتی ہے فقہی کتابوں میں تربیت یافتہ کتے کے لئے "کلب معلم" کی تعبیر ملتی ہے۔جب پودوں اور حیوانوں کی اہمیت بھی تربیت پر موقوف ہے اور تربیت ہونے پر ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے تو یقینا ایک انسان کی تربیت سے ایک کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔۔ امیر المومنینؑ نے بھی اپنی پوری زندگی انسانیت کی خدمت اور انسانی اقداروں کی حفاظت کیلئے وقف کردی۔اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے آپ نے مختلف قسم کی مشکلات برداشت کیں،انسانیت کیلئے درد دل رکھتے تھے ، اپنے بیٹوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ خدارا خدمت خلق کو فراموش نہ کرنا،آپ کی زندگی کے تمام شعبوں میں یہ چیز روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے۔

الف) ریاست کے لغوی معنی

لغت کی کتابوں میں اہل لغت نے ریاست کے متعدد معنی بیان کرچکے ہیں جیسے حکومت، راج، بادشاہت، سرداری

کسی ملک کا کوئی علاقہ یا حصّہ جس میں کسی نواب یا رئیس کی مطلّقاً یا بڑی حد تک خود مختار حکومت ہو۔[1]

ب) ریاست کے اصطلاحی معنی

ریاست سے مراد وہ تصور ہے جس میں ایک ریاست تمام شہریوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور شہریوں کی بہتری کی ذمہ داری لیتی ہے۔ ریاست اپنے شہریوں کے جانی و مالی تحفظ کو اولین ترجیح قرار دیتی ہے اور اس کے لیے ٹھوس اقدامات کرتی ہے۔اسی طرح ریاست اپنے شہریوں میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتی خواہ وہ لسانی، مذہبی، علاقائی امتیاز ہو یا اقتصادی و معاشرتی امتیاز ہو۔

---

[1]۔ اردو لغت نامہ ریختہ۔ لغت نامہ فارسی فرہنگ عمید، ص ۱۳۲۴۔

ریاست کا قیام اس لیے عمل میں لایا جاتا ہے کہ مخصوص علاقہ میں آباد افراد کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا پورا پورا موقع ملے اور وہ امن و سکون کی فضا میں پُر امن طریقے سے اپنی زندگیاں گزار سکیں۔

اسلام میں ریاست کا تصور

اسلام، ادیان الٰہی میں سب سے جامع وکامل دین ہے اس کے احکامات انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں اس کے اندر انسان کے فرضی مسائل سے لیکر سیاسی اور سماجی تمام مسائل کا حل پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں بشریت کو اپنے احکام اور دستوروں پر مبنی وہ مجموعہ عطا کیا گیا جس کی کوئی نظیر تاریخ بشریت میں نہیں ملتی البتہ اس بات پر توجہ رکھنا ناگزیر ہے کہ انسان کو درپیش مسائل کے جزئیات اور تفصیلات کا ذکر قرآن کریم میں نہیں بلکہ کلی شکل میں ہر چیز کا ذکر ہوا ہے۔ اس سرچشمہ ہدایت میں ریاست خلافت امامت جیسے مسائل کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ قرآن نے جس طرح انسان کی انفرادی اور شخصی مسائل پر توجہ دی ہے اس طرح اس نے اجتماعی زندگی کے زرین اُصول بیان کیا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہ نمائی کرتا ہے اسلام کا نظام سیاست وحکمرانی موجودہ جمہوری نظام سے مختلف اور اس کے نقائص ومفاسد سے بالکل پاک ہے۔ اسلامی نظام حیات میں جہاں عبادت کی اہمیت ہے وہیں معاملات ومعاشرت اور اخلاقیات کو بھی اولین درجہ حاصل ہے۔ اسلام کا جس طرح اپنا نظام معیشت ہے اور اپنے اقتصادی اصول ہیں اسی طرح اسلام کا اپنا نظام سیاست وحکومت ہے اسلامی نظام میں ریاست اور دین دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے پورے ہوتے ہیں۔ انبیاء کرامؑ وقت کی اجتماعی قوت کو اسلام کے تابع کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ ان کی دعوت کا مرکزی تخیل ہی یہ تھا کہ اقتدار صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو جائے اور شرک اپنی ہر جلی اور خفی شکل میں ختم کر دیا جائے۔

الف) سیرت کے لغوی معنی

عربی زبان میں سیرۃ سیر کے مادے سے ہے اور سیر کا معنی حرکت کرنا، جانا، اور راستہ طے کرنا ہے۔ سیرۃ کا وزن فعلۃ کے وزن پر ہے جو نوع پر دلالت کرتا ہے۔ مشہور و معروف لغت شناس راغب اصفہانی لکھتے ہیں: سیرہ اس حالت کو کہا جاتا ہے جو حالت انسان یا غیر انسان ہوتا ہے۔[۱] اسی طرح ایک اور معروف لغت شناس طریحی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: سیرہ کا معنی طریقہ، ہیئت اور حالت ہے۔[۲] اسی طرح بعض نے لکھا ہے سیرہ کلمہ سیر سے مشتق ہوا ہے جس کا معنی جانا ہے اور خود کلمہ سیرہ کا معنی روش، رفتار، طریقت اور سنت کے ہیں۔[۳] اما زیادہ تر لغت کی کتابوں میں سیرہ کا معنی روش، راہ اور ہیئت و حالت لکھا گیا ہے۔[۴] جیسے قرآن مجید کی ایک آیت ہے«سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى»۔[۵] خدا عصا کو اژدھا کی شکل دے کر حضرت موسی سے کہتا ہے اسے لے لو! نہ ڈرو! ہم اسے اپنی اصلی حالت اور ہیئت میں پلٹا دیں گے۔

ب) سیرت کے اصطلاحی معنی

علماء اور دانشمندوں کی نظر میں سیرت کا معنی کسی بھی شخص کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں موجود طرز عمل کو بیان کرنا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ سے مراد

سیرت نبوی ﷺ، پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں آپ ﷺ کے طرز عمل کو کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید پیغمبر ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ عمل (بہترین رول ماڈل) کے طور پر متعارف کراتا ہے؛ اسی وجہ سے مسلمانوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے مختلف

۱۔ راغب اصفہانی، المفردات، ذیل مادہ «اس و»)

۲۔ فخر الدین طریحی، مجمع البحرین، ص ۴۴۵۔

۳۔ احمد ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق: عبدالسلام ہارون، ج ۳، ص ۱۲۰۔

۴۔ ابن منظور، ج ۴، ص ۳۸۹۔

۵۔ طہ: ۲۱۔

پہلوؤں کی شناخت کے حصول پر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ سیرت نبوی ایک ایسی اصطلاح ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل طرز عمل پر اطلاق آتی ہے۔[1]

تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت

تمام وحیانی علوم کا محور، مرکز اور موضوع انسان رہا ہے لہٰذا ہم یہ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کا موضوع انسان ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو کائنات کی ساری چیزوں پر فضیلت دیکر خلق فرمایا اور اشرف المخلوقات جیسا عظیم لقب سے نوازا۔ دوسری طرف کائنات کی ساری چیزیں انسان ہی کی خدمت کے لیئے خلق کیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث قدسی میں فرماتے ہیں: خلقت الاشیاء لاجلک وخلقتک لی [2]؛ کائنات اور وہ تمام چیزیں جو اس کائنات میں ہیں کو انسان کیلیئے خلق کیا ہے اور اے انسان تجھے اپنے لیئے۔ خدا کے پاس انسان کی بہت بڑی منزلت ہے یہی انسان ہے جسے خدا نے اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ تعلیم ہر انسان کی بنیادی ضرورت میں سے ایک ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، یہ انسان کا حق ہے جو کوئی اس سے نہیں چھین سکتا، کسی بھی قوم کی پیشرفت اور ترقی کا راز علم ہے، علم ہی ہے جو انسان کو کمال اور سعادت کی چوٹی پر پہنچا دیتا ہے۔یقینا تعلیم وہ واحد وسیلہ ہے جس کے ذریعے ہم معاشرے کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ علم ہدایت کا چراغ ہے جو ہر بھٹکے ہوئے انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: العلم نور يقذفه الله في قلبه من يشاء[3] ؛ علم ایک نور ہے جس کو خداوند متعال جس کے دل میں ڈالنا چاہے ڈال دیتا ہے۔

۱۔ مطہری، سیری در سیرہ نبوی (ص)، ص ۴۸-۵۴۔

۲۔ حدیث قدسی۔

۳۔ مجلسی، محمد باقر، بہار الانوار، ج ۷، ص ۱۲۳۔

انسان فطری طور پر حق طلب ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ انسان کا ضمیر چاہتا ہے کہ انسان ہمیشہ حق کی تلاش میں رہے اور تعلیم وہ چیز ہے جو انسان کو حق کا راستہ دکھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کی ضرورت اور اہمیت پر امام سجادؑ سے بھی ایک دلچسپ حدیث نقل ہوئی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: لو يعلم الناس ما في طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج و خوض اللجج [1]؛ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تعلیم کی اندر کیا کچھ موجود ہے تو وہ اسے خون جگر بہا کر اور دریاوں کی تہوں میں غوطہ لگا کر حاصل کرتے۔ جب انسان علم اور تربیت کے حصول سے کمالات کے اعلی درجے پر فائز ہوتا ہے تو وہ اخلاق جیسی نیک صفات سے متصف ہوتا ہے جس کی تکمیل کے لئے رحمۃ للعالمین کو خدا نے مبعوث کیا۔ اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ [2]؛ مجھے سب سے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

تعلیم کا اصل مقصد اور ہدف

تعلیم و تربیت کا اصلی ہدف انسان کی پرورش کرنا ہے؛ کیونکہ انسان جسم رکھنے کے ساتھ ساتھ روح بھی رکھتا ہے لہٰذا جس طرح انسان کے جسم کی تربیت کرنے کے لئے مربی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اس کی روح کی تربیت کے لئے بھی مربی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ عہد نبوی ﷺ کے پاکیزہ دور میں نظام تعلیم کا اصل مقصد اور ہدف خدا، رسول اور معاد سے آشنائی ہوتی تھی جس کے لئے مختلف دینی درسگاہیں قائم کی گئی۔ اس مقصد کے حصول کی غرض سے سب سے پہلے آپ ﷺ نے صفہ کے مقام پر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جن میں مختلف قسم کے دروس کی کلاسیں ہوتی تھیں۔ ہماری کتنی یونیورسٹیوں میں خدا اور رسول ﷺ کی معرفت، قیامت، معاد اور دینی مختلف اقدار کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے؟ ان چیزوں کی

---

[1]۔ الاحسائی، ابن ابی الحسن، عوالی اللآلی: ۹/۶۱/۴۔
[2]۔ طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق، ص ۸۔

طرف ہماری توجہ بلکل بھی نہیں ہے ہم صرف اپنے بچوں کے مادی وسائل مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے لئے والدین ان کی انگلش امپرو کرنے، میڈیکل میں ایڈمیشن کرانے اور انجینئر بنانے و۔۔۔ کی فکر میں رہتے ہیں جس کی وجہ مادی فوائد کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان نے میڈیکل میں بڑی ترقی کی ہوئی ہوتی ہے یا وہ بہت بڑا انجنئیر بن چکا ہوتا ہے، لیکن اس کا باطن دنیا کی ہوس، پیسوں کی تمنا، انسانی اقدار سے خالی، تکبر و۔۔۔ جیسی ہزاروں قسم کی باطنی اور نفسانی بیماریوں میں مبتلا نظر آتا ہے، اس کا دل انسانی درد سے یکسرہ خالی ہوتا ہے۔

پاکستان میں رائج تعلیمی نظام میں موجود خامیوں کا مختصر جائزہ

پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام میں موجود خامیوں کو نشاندہی کرنے کے لئے ہمیں پہلے پیغمبر اسلام ﷺ کے دور میں موجود نظام تعلیم کے مقاصد کو سمجھنا بہت ضروری ہے؛ کیونکہ مملکت پاکستان ایک اسلامی ریاست کے زیر نظر ہے، لہٰذا یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ تعلیمی نظام کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر ہم عصر نبوی ﷺ میں تعلیمی مقاصد کا مختصر جائزہ لینا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ دور نبوی ﷺ کے تعلیمی مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد انسان کے لئے اپنی شناخت، پہچان اور اپنے مقام و منزلت سے آگاہی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتانا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے یعنی خلقت سے آشنائی، اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف بھی متوجہ کرانا ہے کہ تعلیم کے حصول کا مقصد دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کے مبارک دور میں لوگوں کے لئے تعلیم عام تھی۔ حصول تعلیم کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو دور کرکے کوشش یہ ہوتی تھی کہ انسانوں میں بلا تفریق تعلیم عام ہو جائے اور ہر روز شرح خواندگی میں اضافہ ہو۔ جس سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورت پوری ہو۔

تعلیم کا اصل مقصد اور ہدف

مقالے کے اس حصے میں ہم دور نبوی ﷺ میں موجود نظام تعلیم کے مقاصد سے آشنائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ان میں سے کچھ اہم مقاصد یہ ہیں:

ا۔ شخصیت کی تعمیر

امیر المومنین حضرت علیؑ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۶ میں فرماتے ہیں: کَفٰی بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَلَّا یَعْرِفَ قَدْرَہ[۱]؛انسان کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے۔انسان کا اصل مقام و منزلت یہ ہے کہ وہ خود سعادت کی بلندیوں کو حاصل کر سکتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی اس راستے کا راہنما بن سکتا ہے۔دور نبوی ﷺ میں موجود نظام تعلیم میں ہمیں اپنے آپ کی شناخت اور پہچان کا درس ملتا ہے۔آج کے زمانے ہمارے تعلیمی اداروں میں انسان شناسی پر کام نہ ہونے کے برابر ہے جب کہ یہ ضروری ہے کہ ہم جس طرح مادی امور کی شناخت میں جستجو کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔ یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ[۲]؛ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا ہے۔ ہم چونکہ اپنی حقیقت سے آشنائی نہیں رکھتے اس وجہ سے امور مادی میں غرق رہتے ہیں۔امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے منسوب ایک شعر ہے جس میں آپؑ انسان کی حقیقت اور اس میں موجود استعداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: و تزعم انك جرم صغير و فيك انطوى العالم الاکبر[۳]؛ یعنی اے انسان! کیا تم نے اپنے آپ کو چھوٹا جسم سمجھا ہے جب کہ تمہارے اندر ایک

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۶۔
۲۔ تمیمی آمدی، غرر الحکم و درر الکلم، ص۵۸۸؛ لیثی واسطی، عیون الحکم والمواعظ، ص۴۳۰۔
۳۔ شرح اصول الکافی (صدرا)، ج۱، ص: ۲۹۲۔

کائنات سموئی ہوئی ہے۔

اگرچہ یہ شعر سند کے اعتبار سے منابع اولی میں نہیں آیا ہے لیکن زیادہ تر عمل، عرفان اور ادب کی کتابوں میں آیا ہے جیسے کہ دیوان امیر المومنینؑ اور مرحوم فیض کاشانی نے اپنی تفسیر الصافی اور کتاب کافی دونوں میں اس شعر کو نقل کیا ہے۔ آیت اللہ خوئی (رح) نے شرح نہج البلاغہ میں بھی اس شعر کو نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک دور میں تعلیمی نصاب کے ذریعے لوگوں کو یہ یقین کرایا کہ تعلیم کا حقیقی مقصد صرف دنیاوی علوم کی تحصیل اور مواد کی تکرار نہیں، جو آج ہمارے نظام تعلیم میں اصل مقصد اور ہدف کے طور پر جانا جاتا ہے، بلکہ آپ ﷺ کے زمانے میں تعلیم کا اصل مقصد شخصیت کی تعمیر ہوتی تھی۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ "[1]؛ جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور حکمت کا علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ سب کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اس طرح عصر نبوی (ص) میں موجود نظام تعلیم انسانی اجتماع میں عدل و انصاف، اخلاق اور تہذیب پر زور دیتا ہے۔ دنیاوی نظام تعلیم بنیادی طور پر مادیات کے حصول پر زور دیتا ہے اور معنویت اور ضابطہ اخلاق جیسے اہم اسلامی اصولوں سے خالی ہوتا ہے۔ اس نظام کو تشکیل دینے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا کا تصور اس نظام میں نہ ہو یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں طلباء اعلی یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے کے باجود ان کا خدا پر ایمان کمزور ہوتا ہے اور ان کی زندگی میں خدا اور دین کا تصور محو ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ لہٰذا خود شناسی، خدا شناسی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ سیرت نبوی کی روشنی میں تعلیم وتربیت میں پہلا قدم خودی کی تلاش ہے۔ اپنے

---

[1] بقرہ: ۱۵۱۔

آپ کو پیدا کرنا اتنا اہم موضوع ہے جس کی خاطر تمام انبیاء آئے اور انسانوں کو مختلف انداز میں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ انسان کیا ہے اور انسان ہونے کے ناطے اس کی ذمہ داری کیا بنتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے آشنا عظیم مفکرین اور دانشور حضرات کا بھی اصل درد انسانی حقیقت یا خودی کی تلاش تھا اور اسی مقصد کو لوگوں تک پہنچاتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے جن میں سر فہرست عظیم مفکر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (رح) کا نام آتا ہے۔ اسی درد دل کو بیان کرتے ہوئے شاعر مشرق فرماتے ہیں:

خودی کو کر بلند انسان کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جو انسان خودی کو پالے تو وہی انسان واقعی ہوگا، حقیقت میں انسان وہی ہے جو انسانی اقدار کے پاسداری کرنے والا ہو، انسان کے مقامات اور مراتب کا پاس رکھنے والا ہو، جسے اگر ہم ایک جملے میں سمیٹنا چاہے تو یوں کہہ سکتے ہیں انسان واقعی اسے کہتے ہیں جس میں انسانیت نظر آئے، اس میں انسانی ضمیر بیدار ہو اور وہ اس ضمیر کی پکار کا جواب دہ ہو اور جو اپنے آپ کو انسانی ضمیر کی پکار کے لئے آمادہ رکھتا ہے وہ اپنے جیسے تمام بنی نوع انسان بلکہ خدا کی بنائی ہوئی تمام مخلوقات کے درد اور دکھوں کو محسوس کرتا ہے۔ شہید مرتضی مطہری اپنی کتاب انسان کامل میں لکھتے ہیں: انسانیت کا اصلی معیار وہ چیز ہے جسے درد رکھنے یا صاحب درد ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان اور حیوان میں یہی فرق ہے کہ انسان صاحب درد ہے لیکن جو انسان نہیں ہے چاہے وہ حیوان ہوں یا دو کان رکھنے والے انسان کہ جو انسانیت کی روح سے بے بہرہ ہوں وہ صاحب درد نہیں ہوتے۔ لہٰذا جو انسان واقعی ہوگا اپنے آپ میں دوسروں کی نسبت درد کا احساس کرے گا اور جس انسان میں دوسروں کی نسبت درد کا احساس ہو وہ ان خصوصیات کا مالک ہوگا جو درج ذیل ہیں:

۱۔ انسانی خدمت اور خدمت خلق کو اپنے لیئے فخر محسوس کرے گا۔
۲۔ وہ دوسروں کی بھوک اور پیاس کو اچھی طرح درک کر سکے گا۔

۳۔وہ کسی پر ظلم اور ستم ہوتے ہوئے دیکھے تو فوراًاس کے دفاع پر اتر آئے گا۔

۴۔وہ دوکھ، فراڈ، جھوٹ، غیبت جیسی بیماریوں سے اپنے آپ کو دور رکھے گا۔

۵۔وہ ہمیشہ دوسروں کی منفعت کو اپنی منفعت پر ترجیح دے گا۔

امیر المومنینؑ نے بھی اپنی پوری زندگی انسانیت کی خدمت اور انسانی اقداروں کی حفاظت کیلئے وقف کردی تھی ۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپ نے مختلف قسم کی مشکلات برداشت کیں،انسانیت کے لئے درد دل رکھتے تھے ، اپنے بیٹوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ خدارا خدمت خلق کو فراموش نہ کرنا،آپ کی زندگی کے تمام شعبوں میں یہ چیز روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے۔ مولائے کائناتؑ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے فرزند دلبند امام حسنؑ سے وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں : " أَيْ بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَاناً فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ غَيْرِكَ فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ اكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ وَ لَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ وَ أَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ وَ اسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِكَ وَ ارْضَ مِنَ النَّاسِ لَكَ مَا تَرْضَى بِهِ لَهُمْ مِنْكَ وَ لَا تَقُلْ بِمَا لَا تَعْلَمُ بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ "[1]؛بیٹا! دیکھو اپنے اور غیر کے درمیان میزان اپنے نفس کو قرار دو اور دوسرے کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے بھی وہ بات ناپسند کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ کسی پر ظلم نہ کرنا کہ اپنے اوپر ظلم پسند نہیں کرتے ہو اور ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنا جس طرح چاہتے ہو کہ سب تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کریں اور جس چیز کو دوسرے سے برا سمجھتے ہو اسے اپنے لئے بھی برا ہی تصور کرنا۔لوگوں کی اس بات سے راضی ہو جانا جس سے اپنی بات سے لوگوں کو راضی کرنا چاہتے ہو۔ بلا علم کوئی بات زبان سے نہ نکالنا اگرچہ تمہارا علم بہت کم ہے اور کسی کے بارے میں

---

[1]۔ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، جلد ۱، ص ۶۸۔

وہ بات نہ کہنا جو اپنے بارے میں پسند نہ کرتے ہو۔ نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کا وہ خط جو آپ نے مالک اشتر کے نام لکھا ہے اس خط کا ایک جملہ یہ ہے: "وأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ، والْمَحَبَّةَ لَهُمْ، واللُّطْفَ بِهِمْ، ولا تَكُونَنَّ علَيْهم سَبُعاً ضَارِياً تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ، فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ: إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ، أو نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ"[۱]؛ رعایا کے ساتھ مہربانی، محبت و رحمت کو اپنے دل کا شعار بنالو، اور خبر دار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندوں کی مثل نہ ہو جانا کہ انہیں کھا جانے ہی کو غنیمت سمجھنے لگو کہ مخلوق خدا کی دو قسمیں ہیں: بعض تمہارے دینی بھائی ہیں اور بعض تمہارے جیسے بشر ہیں۔ ایک اسلامی حاکم اسلامی ریاست میں حکومت کرنے کا سلیقہ امیر المومنینؑ کی زندگی اور آپؑ کی پاک و پاکیزہ زندگی سے سیکھنا چاہیے۔ لہٰذا اگر ہم ان تمام مطالب کا خلاصہ مختصر لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں علم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر تحقیق اور جستجو کی صلاحیت پیدا کرے، علم کی روشنی میں اپنا تشخص حاصل کر سکے؛ یعنی اپنے آپ کو پہچانے۔ جو انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے اس کے اندر ذمہ داری، قربانی اور دوسروں کے حقوق کے احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ مغرب کے تعلیمی نظام میں خدا کا تصور، ایثار اور قربانی، دوسروں پر رحم کرنا اور یہ تصور کرنا کہ انسان اپنے کئے ہوئے عمل کا جواب دہ ہے و۔۔۔ کا کوئی تصور نہیں ہے۔

---

[۱] ۔ احمدی میانجی، علی، مکاتیب الائمۃؑ جلد ۱، ص ۸۷۴۔

۲۔انسان کی تخلیق کے مقصد سے آشنائی

عصر نبوی ﷺ میں موجود نظام تعلیم کاایک مقصد انسانوں کو یہ بتانا تھاکہ آخر انسان کو خلق کرنے کامقصداور ہدف کیاہے؟انسان کواپنی وجہ تخلیق سے آشنائی حاصل کرنابہت ضروری ہے تاکہ اسے یہ بات آسانی سے سمجھ آجائے کہ خامخواہ کسی مقصد کے بغیر اللہ تعالی نے اسے پیدا نہیں کیاہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [۱] توکیاتم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایااور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کیاہے بلکہ ایک خاص مقصد کے لئے خلق کیاہے اور وہ مقصد اپنی عبادت اور معرفت ہے۔قرآن کی ایک اور جگہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [۲] ؛میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیاطلب کرنے اوراس طلب میں مُنہمِک ہونے کے لئے پیدانہیں کیابلکہ انہیں اس لئے بنایاہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اورانہیں میری معرفت حاصل ہو۔انسان کے لئے انسانیت کے اعلی منازل طے کرنے اور کمالات کے عروج پر پہنچنے کے لئے اپنی وجہ تخلیق سے آشنائی بہت ضروری ہے۔ مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں: رَحِمَ الله امْرَاً عَرِفَ مِنْ اَيْنَ و في اَيْنَ وَ اِلي اَيْنَ [۳]؛خدارحم کرےاس انسان پر جو یہ جانتا ہو کہ میں کہاں سے آیا ہوں کہاں جانااوراس دنیامیں کس مقصد کے لئے آیاہوں۔

۳۔ تعلیم عام کرنا

پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں جو نظام تعلیم رائج تھااس میں یہ بات شامل تھی کہ ہر وقت

۱۔ مومنون: ۱۱۵

۲۔ ذاریات: ۵۶۔

۳۔ طبری، ابن جریر، تاریخ طبری، ص ۱۶۶۔

اور ہر جگہ تعلیم کو عام کیا جائے تا کہ کوئی تعلیم سے جو ہر انسان کے بنیادی حق ہے کو حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے حصول کے خاطر تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ پیغمبر ﷺ مسجد نبوی سے متصل صفہ کو ایک یونیورسٹی کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے جس میں مختلف قسم کی کلاسیں جیسے تفسیر، کلام، فقہ و۔۔۔ ہوتی تھی اس کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ میں موجود دیگر مسجدیں بھی درس گاہیں بن گئیں جہاں شب و روز کسی قسم کے قیود اور محدویت کے بغیر دروس کا سلسلہ جاری رہتا تھا کیونکہ آپ ﷺ ہر شہری کو اس کا بنیادی حق دینا چاہتے تھے تا کہ معاشرے میں کوئی بھی طبقہ تعلیم سے محروم نہ رہ جائے۔ اس طرح آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک تمام بشریت کو یہ پیغام دے دیا کہ تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے اسے کسی بھی شخص کو چھیننے کا حق حاصل نہیں ہے۔ عصر حاضر میں ہمارے تعلیمی اداروں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اس پاک مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے جو کہ معاشرے میں موجود طبقاتی نظام جیسی بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے بہترین ممد و معاون اور مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے۔

۴۔ مفت تعلیم دینا

رسول گرامی اسلام ﷺ کے زمانے میں موجود تعلیمی نظام کے مقدس اہداف میں سے ایک اہم ہدف یہ بھی تھا کہ معاشرے کے ہر طبقے میں تعلیم مفت دی جائے۔ اس کا بھی بنیادی مقصد یہ تھا کہ تا کہ کوئی بھی شخص اس انسانی بنیادی حق سے محروم نہ رہ جائے۔ اس مقدس مقصد کو اپنے اعلی منزل تک پہنچانے کی غرض سے تعلیم حاصل کرنے والوں سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ تاریخ کے اوراق پلٹانے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں بچوں کو، معذوروں کو، خواتین کو اور غیر مسلموں کو یعنی معاشرے کے ہر طبقہ فکر کو تعلیم دی جاتی تھی۔ اگر ہم آج کے زمانے میں ہمارے تعلیمی نظام کو دیکھیں اور تعلیمی اداروں میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کریں تو پتہ چل جائے گا کہ ہم کہاں اور رسول اکرم ﷺ کا مقدس مشن کہاں

۔ ہم ان کے پاک و مقدس مشن سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ ہمارر ا تعلیمی نظام ایسا ہے کہ غریب اور نادار گھرانوں سے تعلق رکھنے والے بچے تعلیم جیسی انسانی بنیادی حق سے محروم ہیں۔ اگرچہ ریاست اور حکومت کے اعلی منصب پر فائز لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا تعلیم کو لوگوں تک پہنچانے کے حوالے سے ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کر رہے ہیں؟ جب تک آپ ﷺ کی سیرت کو ہم اپنے لئے مشعل راہ قرار نہیں دیں گے تب تک ہمارے نادار گھرانوں سے تعلق رکھنے والی نئ نسلیں تعلیم سے محروم رہیں گی اور ہم قیامت کے دن جواب دہ ہوں گے۔

ان اہم اور مقدس اہداف کی روشنی میں جب ہم جمہوریہ اسلامی پاکستان میں رائج نظام تعلیم میں موجود خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں تو بہت زیادہ خامیاں اور نواقص نظر آتے ہیں جن میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

ا۔ طبقاتی نظام تعلیم

پاکستان جیسے خداداد مملکت کے نظام میں جو چیز اظہر من الشّمس ہے وہ تبعیض اور طبقاتی نظام ہے۔ جب کہ یہ دور نبوی ﷺ کے نظام تعلیم کے منافی ہے۔ ظاہر سی بات ہے اس طبقاتی نظام کی وجہ سے امیر اور دولت مند لوگوں کے بچے اپنے آپ کو پہلے درجے کا شہری تصور کرتے ہیں جبکہ غریبوں کے بچوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں یہ تصور طبقاتی نظام تعلیم کی وجہ سے بچوں میں ابھرتا ہے۔ کیونکہ امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے بچے اور بچیاں بچپن سے ہی یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ غریب اور نادار طبقوں سے تعلق رکھنے والے بچوں کے اسکولوں اور کالجوں میں کسی قسم کی سہولیات موجود نہیں ہے۔ان فرسودہ حالات اور سہولیات کے مقابلے میں اپنے عالیشان اسکولوں اور کالجوں کا مقایسہ اور موازنہ کرتے ہیں ۔ ایسے عالیشان بنگلوں میں زندگی گزارنے اور اعلی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے شہزادوں کو معنویات کا ذائقہ چکھنے کا موقع کبھی نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے ایسے بچے مسلم گھرانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود ان میں اسلامی اقدار کی پاسداری نظر نہیں آتی، یہ لوگ مادیات کی وادی سے نکل کر معنویات اور روحانی

وادی میں داخل ہونے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ ان تمام مشکلات کی جڑ اور بنیاد ہمارا نظام تعلیم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ایک سطح پر ایک طرز کا نظام تعلیم ہونا چاہئے تاکہ امیر اور غریب میں موجود تفریق کو دفن کیا جاسکے، یہ تب ممکن ہے جب ہم اپنے تعلیمی نظام کی بنیاد اور اساس پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود نظام تعلیم کو قرار دیں۔ یہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ مغرب میں نظام تعلیم سمیت تمام دیگر اجتماعی امور میں عدالت، انصاف، برابری اور مساوات کا کوئی تصور نہیں جب کہ اسلام، تمام انسانوں کو تبعیض کے بجائے مساوات کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرے میں بھی اسی طرح کے ظلم وستم بھرے ہوئے تھے۔ جس میں نسل پرستی اور نسلی تفریق عروج پر تھی۔ اس زمانے میں عرب قوم اپنے آپ کو دنیا کی تمام اقوام پر برتر سمجھتی تھی۔ جہاں انسانی حقوق کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ عرب کے اس معاشرے میں سیاہ فام کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتے تھے۔ گویا ان کو وہ لوگ اپنا پالتو جانور سمجھتے تھے۔ عرب کے اس وقت کے جاہل معاشرے میں انسانیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی یہی معاشرہ تھا جہاں لوگوں کے پاس عورتوں کا کوئی وقار اور عزت نہیں تھی، بلکہ اس معاشرے میں لڑکی کا پیدا ہونا ننگ و عار سمجھتے تھے۔ قرآن کہتا ہے: وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[1]؛ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ لیکن اس جاہل معاشرے میں پیغمبر اکرم ﷺ جیسی عظیم

---

[1] نحل: ۵۸۔۵۹

شخصیت خدا کی طرف سے نمائندہ بن کر تشریف لائی اور اپنے آنے کا مقصد بھی بیان کیا۔ ساتھ ہی لوگوں کے سامنے دین اسلام کا تعارف بھی کیا۔ تاریخ کہتی ہے بہت کم لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ اس زمانے میں مشرکوں کا بول بالا تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے اسلام کا تعارف کیا جس کے نتیجے میں آپ ﷺ کو مختلف قسم کی اذیتوں سے گزرنا پڑا، کیونکہ آپ ﷺ نے اس جاہل معاشرے کے غلط رسوم اور اصولوں کو توڑا۔ اسی طرح معاشرے کے ثروت مند اور اشرافیہ لوگوں کے ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور وہ آواز یہ تھی: إِنَّ النَّاسَ مِنْ عَهْدِ آدَمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا مِثْلُ أَسْنَانِ الْمُشْطِ لَا فَضْلَ لِلْعَرَبِيِّ عَلَى الْعَجَمِيِّ وَ لَا لِلْأَحْمَرِ عَلَى الْأَسْوَدِ إِلَّا بِالتَّقْوَى الْخَبَر [۱]؛ تمام انسان برابر ہیں اور رنگ، نسل، پیسہ، دولت اور سماجی حیثیت کسی انسان کی برتری کی وجہ نہیں ہے، بلکہ ایک انسان کی دوسرے انسان پر برتری کی واحد وجہ اس کا تقویٰ اور گناہوں سے بچنا ہے۔ قرآن کا حکم بھی یہی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ [۲]؛ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدمؑ) اور ایک عورت (حوّاؑ) سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ بڑا جاننے والا ہے، بڑا باخبر ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [۳]؛ جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے (دنیا) میں پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور

---

[۱]۔ محمد بن محمد مفید، ۱۴۱۳: ۳۴۱

[۲]۔ محمد بن محمد مفید، ۱۴۱۳: ۳۴۱

[۳]۔ نحل: ۹۷۔

(آخرت میں) ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ اپنی زندگی میں غلاموں اور سیاہ فاموں پر بھی بہت مہربان تھے، یہاں تک کہ آپ نے بلال حبشی کو جو ایک سیاہ فام غلام تھے کو اپنے پاس رکھا اور اپنی مسجد کا مؤذن بنالیا۔ سلمان فارسی، اگرچہ وہ ایران سے تھے اور عربی نہیں تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کے بہترین صحابہ میں سے تھے اور نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: **السلمان منا اہل البیت** ؛ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ قرآن مجید نے انبیاء کو مبعوث کرنے کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف لوگوں کے درمیان قسط و عدل برقرار کرنے کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[1] ؛ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں (ع) کو کھلی ہوئی دلیلوں (معجزوں) کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ[2]؛ خدا عدالت اور حسن رفتار کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے اس کے تمام فطری اور طبیعی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ایسا جامع اور مانع عادلانہ نظام ترتیب دیا ہے جس کے تحت انسان اپنی دنیوی زندگی کے تمام جائز اور ضروری تقاضوں کے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے۔ اسلامی نظام میں عدالت ایک ایسی چیز ہے جو تمام دوسرے اصولوں اور فروعات پر حاکم ہے۔ یہاں تک کہ کائنات میں موجود تمام اشیاء کی تخلیق اور نظام تکوینی عدالت پر استوار ہے؛ لہٰذا یہ کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی کہ تشریعی نظام کی بنیاد بھی عدالت ہی پر قائم ہے۔ نہج البلاغہ میں عدل و عدالت کے پیکر حضرت علیؑ فرماتے

---

[1] ۔ حدید: ۲۵۔
[2] ۔ نحل: ۹۰۔

ہیں: العدل یضع الامور محلها [۱]؛ عدل تمام امور کو ان کے اپنے موقع اور محل پر قرار دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کو زہد جیسی نیک اور پسندیدہ صفت اپنانے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ معاشرے میں طبقاتی نظام کے بجائے لوگوں میں مساوات اور یکسانیت کی فضا قائم ہو۔ البتہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک سست آدمی اور دن رات محنت و مشقت کرنے والوں کے طرز زندگی میں یکسانیت ہو اور مادی اشیاء سے بہرہ مندی بھی ایک جیسی ہو، بلکہ مساوات اور ہمدردی کا مطلب یہ ہے کہ انسان ظلم اور تجاوز کے زریعے حاصل کرنے والے مال وثروت پر محنت اور زحمت کرنے والے غریبوں کے سامنے ناز نہ کریں اور معاشرے میں ظلم و تعدی سے بننے والے امیر کا وجود اور محنت و مشقت کے باوجود فقیر کا وجود نہ رہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کی پاک و پاکیزہ سیرت سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے معاشرے سے طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنی چاہئے تاکہ غریب اور امیر کا فرق ختم ہو جائے۔ اگر انسان ہمت کرکے کوشش کرے تو بہت جلد کامیابی کی نوید اسے ملے گی۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں بس صرف ہمت کرنے کی ضرورت ہے حدیث میں ہمیں یہ جملہ ملتا ہے: الْمَرْءُ يَطِيرُ بِهِمَّتِهِ [۲]؛ مرد ہمت کے زریعے پرواز کرتا ہے۔ انسان کی ہمت جتنی بلند ہوتی ہے اتنا ہی وہ بلند پرواز کر سکتا ہے اگر انسان کا ہدف عظیم ہو مگر اس ہدف تک پہنچنے کی ہمت نہ ہو تو وہ کبھی بھی اپنے ہدف تک نہیں پہنچ سکتا؛ لہٰذا انسان کو اسی وقت کامیابی ملتی ہے جب نیک ہدف کے لیئے پختہ ارادہ اور بلند ہمت رکھتا ہو۔ امیر المومنینؑ کا فرمان بھی ہے: قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَى قَدْرِ هِمَّتِهِ [۳])؛ ہر شخص کی ارزش اور قیمت اس کی ہمت کے لحاظ سے ہے: مَن صَغُرَت هِمَّتُهُ بَطَلَت فَضيلَتُهُ [٤]

[۱] نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۷۔
[۲] مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار (ط-بیروت)، جلد ۱۸، ص ۳۸۲۔
[۳] حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، نزہۃ الناظر وتنبیہ الخاطر، جلد ۱، ص ۴۶۔
[۴] تمیمی آمدی، عبد الواحد بن محمد، تصنیف غرر الحکم ودرر الکلم، جلد ۱، ص ۴۴۷۔

؛جس کی ہمت کم ہو وہ اپنی فضیلت کھو دیتا ہے۔

۲۔مادیات کا حصول اور معنویات کو نظر انداز

انسان کی انفرادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت معنویت اور راز و نیاز ہے، جس کی طرف پاکستانی تعلیمی اداروں میں رعایت نہیں ہوتی۔ انسان کی انفرادی ضرورت صرف مادی نہیں بلکہ اسے معنویت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ہمارا تعلیمی نظام ایسا ہو جس سے ہماری مادی ضرورت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ہماری معنوی ضرورت بھی تکمیل ہو جائے۔ لیبرل ازم کے تعلیمی نظام کا مقصد صرف عالم طبیعت کی ضرورتوں کی تکمیل تھی۔ مغرب میں تعلیمی نظام اور مقاصد تعلیم کا حدود صرف مادیات اور ان کے حصول تک نظر آتا ہے ان میں معنویات دور دور تک بھی نظر نہیں آتی۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے؛ کیونکہ اسلام کی نگاہ میں انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا مادیات انسان کی صرف جسمانی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور معنویات انسان کی روحانی ضروتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ انسان جتنا مادی امور میں غرق رہتا ہے اتنا ہی معنوی لذتوں سے بے بہرہ رہتا ہے، لیکن اگر انسان زاہدانہ زندگی کو اپنائے اور مادی لذتوں کو اپنی زندگی سے کم کرے ایسا شخص معنویت کی لذت سے بہرہ مند ہوگا اور جسے معنویت کی لذت ملے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ نماز شب پڑھنے والے اہل تہجد اور سحر خیز کو اپنی نماز، دعا اور استغفار سے جو لذت ملتی ہے وہ ایک عیاش کی مادی لذتوں سے قابل مقایسہ نہیں ہے۔ امیر المومنینؑ زہد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الزهد كله بين كلمتين في القرآن ـلكيلا تأسو ا على ما فا تكم ولا تفرحوا على ما آتا كم [1]؛ قرآن میں زہد دو کلموں پر مشتمل ہے۔ (سارا زہد قرآن کے دو جملوں کے درمیان میں ہے جہاں خداوند متعال فرماتا ہے: لكيلا تأسو ا على ما فا تكم ولا تفرحوا على ما آتا كم [2]؛ یہ

---

[1]۔ نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۹۔

[2]۔ حدید: ۲۳۔

اس لیے ہے کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس کے لیے غمگین نہ ہونا اور جو کچھ خدا نے تمہیں دیاہےاس پر غرور نہ کرنا۔

اسلام نے کبھی بھی جائز لذتوں سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ اسلام چاہتا ہے انسان روحی طور پر قوی ہو، اخلاقی لحاظ سے انسان اتنا قوی اور طاقتور ہونا چاہئے کہ دنیا کی زرق و برق اس پر کوئی اثر نہ کرے یعنی وہ اسیر دنیانہ ہو۔ہمیں اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دشمنان اسلام کی تلاش و کوشش ہمیشہ سے یہی رہی ہےاور رہے گی کہ کسی بھی طریقے سے ہم سے خصوصا ہماری آنے والی نئی نسل، نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے معنویات الٰہی چھین لیں۔ وہ اپنے اس منحوس عزائم اور اہداف کو پانے کیلئے مختلف راستے اور طریقے اختیار کر لیتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔بے پردگی کو عام کرنا

۲۔مادیات کو معنویات پر ترجیح

۴۔جدید تعلیم کے نام سے مخلوط کلاسز کاانعقاد

اور یہ تینوں چیزیں اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔

قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان کی اصلی اور حقیقی پناہ گاہ خدا ہے، لیکن آج کا انسان مادیات اور دنیاوی کاموں میں اتنا غرق ہوچکا ہے کہ اسے اپنی حقیقی پناہ گاہ کی معرفت اور اسے پہچاننے کا وقت نہیں ملتا۔ معاشرے کا ہر طبقہ اپنی معاشی زندگی کے پیچھے بھاگ دوڑ کر رہاہے، یہاں تک کہ اسے یہ بھی سوچنے کا وقت نہیں ہے کہ انسان کے نفس یا روح (جو انسان کی حقیقت اور اس کا جوہر ہے) کی بھی کچھ ضروریات اور وظائف ہوا کرتے ہیں ۔ جب انسان اپنی حقیقی پناہ گاہ سے دور رہے گا تو خدا کی جگہ شیطان اس کی پناہ گاہ بنے گی اور شیطان وہ مخلوق ہے جس نے انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے: قالَ فَبِعِزَّتِكَ

لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلاّ عِبادَكَ مِنْهُمُ اَلْمُخْلَصِينَ[۱]؛ شیطان نے کہا: تیری عزت کی قسم! ان سب کو گمراہ کروں گا مگر تیرے مخلص بندوں کو۔

۳۔ مخلوط تعلیمی نظام

پاکستان کے تعلیمی نظام میں آزادی کے نام پر وہ تمام حرکات نظر آئیں گی جو اسلامی زرین اصولوں کی ضد ہیں۔ البتہ اسلام بھی آزادی کا نعرہ بلند کرتا ہے لیکن کچھ خاص آداب، شرائط اور حدود کے ساتھ، جب کہ مغرب میں اور اس کی اندھی تقلید کرتے ہوئے پاکستانی تعلیمی اداروں میں مطلق آزادی کے نام سے فحاشی کو پھیلانا اور انسان کو اپنے اعلی انسانیت کے بلندیوں سے گرا کر حیوانوں کے صف میں لا کھڑا کرنا ان کا اہم مقصد ہوتا ہے۔

آج کے زمانے میں کالج اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے نام پر وہ سب کچھ ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے جن سے ایک اسلامی مہذب اور تربیت یافتہ انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اسلام بھی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بارے میں مختلف روایات نقل ہوئی ہیں جن میں علم حاصل کرنے کو مرد اور عورت دونوں پر فرض قرار دیا ہے۔ جیسے پیغمبر اسلام ﷺ سے یہ مشہور روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: طَلَبُ اَلْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ[۲]؛ علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ماں کی گود اولاد کی پرورش گاہ ہے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ان کی گود میں نئی نسل پروان چڑھتی ہے۔ اگر مائیں تعلیم سے محروم رہیں گی تو وہ اپنے بچوں کی صحیح پرورش کیسے کریں گی۔ مغرب عورتوں کو ہر میدان میں آزادی کے قائل ہے، ان میدانوں میں سے ایک اہم

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۹۔

۲۔ محمد باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۶۸۔

میدان تعلیمی میدان ہے، جس میں کسی قسم کے حدود و قیود کا قائل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں مخلوط تعلیم کا نظام موجود ہے۔اس مخلوط تعلیمی نظام کی وجہ سے اخلاقی پستی اور زوال ان کا مقدر بن چکی ہے، عصر حاضر میں اسلام کا دشمن اسلامی ممالک اور تعلیمی اداروں میں بھی مخلوط تعلیم کا نظام عام کیا جارہا ہے تاکہ ہماری نسلیں بھی اس اخلاقی تباہی کا شکار ہو جائے۔جس کے لئے یہ بہانہ بنایا جارہا ہے کہ اسلام عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے نہیں دیتا جب کہ واقعیت یہ ہے کہ اسلام حصول علم کے حوالے سے جتنا حق مرد کو دیتا ہے اس سے زیادہ عورت کو دیتا ہے۔ اسلام بھی کہتا ہے لڑکیوں کو تعلیم دینی چاہیے اور نظام تعلیم ایسا ہو کہ انسانی فطرت کے مطابق ہو۔اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات میں کسی اجنبی لڑکے اور لڑکی کے درمیان دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے، لیکن آج کل مسلم گھرانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کا پسندیدہ مشغلہ جنس مخالف کو اپنی طرف متوجہ کرانا ہے۔آج کل ہمارے نوجوانوں میں گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ بنانا روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اسلامی اقدار اور حدود کا خیال رکھنے والے طلباء کو دقیانوسی جیسے القابات سے نوازتے ہیں۔ اس کا اصل مقصر ہمارا تعلیمی نظام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوط نظام تعلیم اسلام کے زرین اصول اور ضوابط کو تباہ کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔لہٰذا جہاں کہیں یہ نظام تعلیم رائج ہے، وہاں اس کے مہلک اثرات و نتائج نفرت کی صورت میں سامنے آتے ہیں، مذہب، ثقافت اور اقدار میں کمی آتی ہے، اسی طرح جنسی خواہش اور انتشار میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وہ وجوہات ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں مخلوط نظام تعلیم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ایسا نہیں ہے کہ دین اسلام عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہے، بلکہ وہ مخلوط نظام تعلیم کے خلاف ہےاور نامحرم مرد و عورت کے ارتباط کو جائز نہیں سمجھتا ہے۔البتہ تعجب مغرب والوں پر نہیں، بلکہ ایسے نام نہاد مسلمانوں پر کرنا چاہئے جو خدااور رسول کے زرین تعلیمات اور پاک و پاکیزہ رہنما اصولوں سے لینے کے بجائے لیبرل ازم کے مصنوعی اور غیر اسلامی تعلیمی نظام کو اپنے تعلیمی اداروں میں فروغ دے رہے ہیں اور اسی میں

اپنے بچوں کی دنیوی اور اخروی عافیت سمجھتے ہیں۔ ایسے نام نہاد مسلمانوں کو صرف بچوں کی مادی ضرورتیں اہم ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر کوئی اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ میرا بچہ کیسے انجینئر، ڈاکٹر بن سکتا ہے تاکہ خوب پیسے کما سکے اور اس کی کبھی بھی فکر نہیں کریں گے کہ میرے بچوں کی آخرت کا کیا بنے گا۔ قرآن مجید جس میں دنیا و آخرت کی زندگی گزارنے کے رہنما اصول موجود ہیں کو سکھانے کی کوشش بھی نہیں کریں گے جس کا ذمہ دار والدین بھی ہیں اور تعلیمی ادارے بھی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب بھی ہمیں سیرت نبوی ﷺ کو اپنا مشعل راہ بنا کر ان کے پیش کردہ رہنما اصول پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسلام کے زرین تعلیمات آفاقی ہیں جن سے ہر انسان استفادہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس مقدس دین کے بانی اور ہمارے آخری پیغمبر حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ تمام بشریت کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ قرآن مجید صاف لفظوں میں بیان فرمارہا ہے: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[1] کہد یجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں عصر حاضر میں امت مسلمہ ہر طرف سے مشکلات میں گرفتار ہیں جن میں معاشی، سیاسی معاشرتی حتیٰ گھریلو مشکلات سر فہرست ہیں۔ ان تمام مشکلات کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارا نعرہ تو بہت خوبصورت ہے کہ ہم اسلام جیسے دین کے ماننے والے ہیں اور اسلامی تعلیمی نظام سب سے بہترین نظام ہے لیکن عملی میدان میں ہم اسلامی زرین تعلیمات سے کوسوں دور ہیں کیونکہ ہم نے اسلام کے بانی کی سیرت کو نظر انداز کر دیا جس کے نتیجے میں ہم کسی بھی میدان میں چاہئے سیاسی میدان ہو یا معاشی تعلیمی میدان ہو یا عامیہ زندگی کے تمام مرحلوں میں کامیاب نظر نہیں آتے اور ہماری نئی نسل اسلامی اور نیک گھرانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اسلامی اصولوں کی رعایت نہیں کرتی اور اپنی زندگی میں اللہ تعالی کی اطاعت کرنے کے بجائے مغرب کی ثقافت کو پروان چڑھانے میں اپنی بھلائی سمجھتی ہے۔ جب کہ قرآن صریح الفاظ میں

---

[1] اعراف: ۱۵۸۔

فرماتا ہے: وَ اَطِيْعُوا اللهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ[۱]؛ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو شاید وہ تم پر رحم کرے۔ ہماری ریاست چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے لہٰذا اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تعلیم نظام کو اس طرح تشکیل دے جو اخلاق کو عروج بخشے۔ جس کے لئے سیرت پیغمبر اکرم ص ہمارے لئے بہترین آئیڈیل ہے۔ جس کی پیروی کرکے ہی ہم اعلی انسانی صفات سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو مزین کر سکتے ہیں۔ ہمیں مغرب کی ثقافت کو پرچار کرنے کے بجائے دینی اور اسلامی ثقافت کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ ہمارے تعلیمی درسگاہیں مخلوط تعلیم جیسی بیماروں سے پاک رہیں، البتہ یہ مطالبہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے تمام حقیقی لیڈر اور رہنماؤں کا یہی مطالبہ تھا جیسے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہید ملت لیاقت علی خان نے ایک موقع پر اس مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: "ان واہی باتوں کو مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کرتے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ تعلیم ہو۔ آج تک مشترکہ تعلیم کا کوئی فائدہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے جو دلنشین ہو۔۔۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو مخلوط تعلیم کے موید ہوں مگر مسلمانوں کی ساری قوم اس کے خلاف ہے۔[۲]

مسائل کا بہترین راہ حل

قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا[۳]؛ اس مادی دنیا میں ہر انسان کو نمونہ اور ماڈل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ سیرت پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے آج مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والی نئی نسلیں ان لوگوں کو ماڈل اور نمونہ قرار دیتی ہیں جن سے آسانی کے ساتھ راہ حق سے منحرف ہو جاتی ہیں۔ اس میں اصل قصوروار

۱۔ آل عمران: ۱۳۲۔
۲۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی، شہید ملت لیاقت علی خان، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ص ۶۳۔
۳۔ آل عمران: ۱۳۲۔

والدین اور تعلیمی ادارے ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ میں وہی انسان دوسروں کے لئے نمونہ بن سکتا ہے جو خود کامل ہو۔ کامل انسان سے مراد وہ ہے جو دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ اور ان کے مقابلے میں اعلیٰ اور ارفع ہو۔ اسلام کے نقطہ نظر سے کامل یا مثالی انسان کا پہچاننا ہم مسلمانوں پر اس لئے واجب ہے کیونکہ وہ عالم انسانیت کے لئے نمونے اور مثال کا حکم رکھتا ہے یعنی اگر ہم کامل مسلمان بنناچاہیں کیونکہ اسلام ہمیں کامل انسان بنانا چاہتا ہے تو یہ فقط اسلامی تعلیم وتربیت کے تحت ہی ممکن ہے۔ ان تمام مسائل اور مشکلات کا ایک ہی راہ حل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی میں پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیں۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ[1]؛اور رسول جو کچھ تمہیں عطافرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[2] ؛ اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

[1] ۔ حشر: ۷۔
[2] ۔ آل عمران: ۳۱۔

نتیجہ :

اس مقالے کو لکھنے کے بعد نتیجے کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں :

اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہر معاشرے کی ترقی اس کے تعلیمی نظام پر منحصر ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے تعلیم وتربیت کے خاطر اس نظام حیات کو سمجھانے اور ہم تک پہنچانے کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ جیسی عظیم ہستی کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا اور ساری انسانیت کو اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔

پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے، اس لئے اس میں نظام تعلیم کا مقصد اسلامی نظریات یا اسلامی اقدار کا احیاء ہونا ضروری ہے۔ جب کہ عملی طور پر ہمارے تعلیمی اداروں میں یہ ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے ملک کے نظام تعلیم میں طبقاتی نظام عام نظر آتا ہے اور رشوت وسفارش جیسی بڑی بیماریوں کے بل بوتے پر یہ نظام چل رہا ہے جس کی وجہ سے صاحب حق کے حقوق کو پیروں تلے روندا جارہا ہے۔ جب کہ یہ دور نبوی ﷺ کے نظام تعلیم کے سراسر منافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ایک سطح پر ایک طرز کا نظام تعلیم ہونا چاہئے تاکہ امیر اور غریب میں موجود تفریق کو دفن کیا جاسکے، یہ تب ممکن ہے جب ہمارے تعلیمی نظام کی بنیاد اور اساس پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود نظام تعلیم کو قرار دیں۔ یہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

دور نبوی ﷺ میں موجود نظام تعلیم کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی خدوخال پر غور کرنا ضروری ہے ۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیم وتربیت میں پہلا قدم خودی کی تلاش ہے۔ ہماری ریاست چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے لہٰذا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم نظام کو اس طرح تشکیل دے جو اخلاق کو عروج بخشنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو جس کے لئے سیرت پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے لئے بہترین آیئڈیل ہے۔

دنیاوی نظام تعلیم میں بنیادی طور پر صرف مادیات کے حصول پر زور دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے ایسے تعلیمی نظام تشکیل دینے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا کا تصور اس میں نہ پایا جائے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے کے باجود طلباء کا خدا پر ایمان کمزور ہوتا ہے اور ان کی زندگی میں خدا اور دین کا تصور محو ہو جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمی نظام ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ پر ایمان رکھنے کے تصور کو اجاگر کرنے کا درس دیتا ہے اور جس شخص کی تعلیمی بنیاد اور اساس میں خدا کا تصور پایا جائے اس کی فلاح اور کامیابی یقینی ہے۔

مملکت پاکستان کے نظام تعلیم میں بہت سی خامیوں کی ہم نشاندہی کر سکتے ہیں ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں: تبعیض اور طبقاتی نظام، مخلوط تعلیم، مادیات کا حصول اور معنویات کو نظر انداز۔ ان خامیوں کو دور کرنے کا ایک ہی راہ حل ہے اور وہ سیرت نبوی کی پیروی ہے۔ دور نبوی میں موجود تعلیم کے مقصد یہ ہیں: شخصیت کی تعمیر، تعلیم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا، تعلیم عام کرنا، مفت تعلیم دینا۔ انسان شناسی اور خدا شناسی، معاد شناسی، انسان کی تخلیق کے مقصد سے آشنائی۔

کتابیات:

قرآن مجید

نہج البلاغہ

۱. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، **مفردات الفاظ القرآن**، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۲ھ ق۔

۲. رضائی اصفہانی، محمد علی، **قرآن وتربیت**، تہران، سازمان دار القرآن کریم، نشر تلاوت، ۱۳۹۴ش۔

۳. زبیدی، حسینی، محمد مرتضیٰ، **تاج العروس من جواہر القاموس**، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت ۱۴۰۶ھ ق۔

۴. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی (۱۱۱۰ھ ق)، **بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار ائمۃ الاطہار**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ ق۔

۵. ابن منظور، جمال الدین، **لسان العرب**، بیروت، دار الاحیاء التراثی العربی، ۱۴۰۸ق۔

۶. تمیمی آمدی، عبد الواحد بن محمد، **تصنیف غرر الحکم ودرر الکلم**، دفتر تبلیغات، قم، ۱۳۶۶ش۔

۷. سید مصطفیٰ علی بریلوی، شہید ملت لیاقت علی خان، **آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس**، کراچی، ۲۰۰۱ء۔

۸. حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، **نزھۃ الناظر وتنبیہ الخاطر**، مدرسۃ الامام المہدی عج، ۱۴۰۸ق۔

۹. ابن فارس، احمد، **معجم مقاییس اللغۃ**، تحقیق: عبد السلام ہارون، بیروت، دار الجیل، چاپ اول، ۱۴۱۱ق۔

۱۰. **فیروز اللغات** اردو جامع لاہور (فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ) ۳۵۴۔

۱۱. طریحی، فخر الدین، **مجمع البحرین**، قم، مؤسسہ البعثہ، چاپ اول، ۱۴۱۴ق۔

۱۲. سیدی، ساجد حسین، **پاکستان کا تعلیمی تناظر**، رہبر پبلیشر، کراچی، فروری ۲۰۰۶ء۔

۱۳. محب، رضا۔ **تربیت، لغوی مفہوم اور خصوصیات**، سہ ماہی سماجی، دینی، تحقیقی مجلّہ نور معرفت، جلد ۱۰ شمارہ ۴۵، ۲۰۱۹۔

۱۴. دہخدا، علی اکبر، **لغت نامہ دہخدا**، دانشگاہ تہران، ۱۳۳۸۔

۱۵. ابن شعبہ الحرانی، حسن بن علی، **تحف العقول عن آل الرسول**، جامعۃ المدرسین قم، ۱۳۶۳ق۔